قانون کی تشکیل میں عرف ورواج کی قانونی حیثیت

اسلامی قانون اور جدید قانونی نظام کا تقابلی مطالعہ

مولانا منور سلطان ندوی
(استاذ فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

قانون اور سماج کا گہرا تعلق ہے، قانون جہاں سماج کی اصلاح کے لئے ہوتا ہے، وہیں سماج کے صالح رویئے اکثر قانون کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، کوئی سماجی رویہ کسی علاقے میں تسلسل کے ساتھ عرصہ تک جاری رہے اور وہ رویہ سماج کی کسی اچھائی کی نمائندہ کرے، تو اس رویہ کو یہ مقام ملنا چاہئے کہ وہ آئندہ کے لئے بھی سماج کی اچھائی کا معیار بنے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہر سماجی رویہ کے اندر معیار بننے کی صلاحیت موجود ہے۔

اس تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ قوانین کی تشکیل میں سماجی روایات اور لوگوں کی عرف عادت کا بڑا دخل ہوتا ہے، اسلامی قانون میں سماجی رویے عرف وعادت کے نام سے معروف ہیں، جبکہ جدید قانونی نظام میں اسے کسٹم کے نام کہا جاتا ہے۔

قبائلی دور میں اور اس کے بعد تہذیبی ارتقا کے ادوار میں عرف اور کسٹم انسانی سماج کی بنیادی تصورات کے طور نظر آتے ہیں، اور ہمیشہ اسے سماجی تعلقات کو استوار کرنے اور سماجی انصاف کے لئے بنیادی سرچشمہ کے طور پر دیکھا جاتا رہا ہے، چنانچہ پہلا مدون قانون حمورابی میں قدیم روایات کا اثر واضح طور پر نظر آتا ہے، جبکہ روما کے قوانین میں عرف کو بنیادی مآخذ کا درجہ حاصل تھا، بعد میں برطانیہ اور فرانس کے قوانین میں بھی عرف وکسٹم کو بنیادی درجہ دیا گیا۔

قانونِ حمورابی (Code of Hammurabi) کی تشکیل میں جہاں شاہی اقتدار اور کاتبین کی روایات کا عمل دخل تھا، وہیں اس کی بنیاد بین النہرین (Mesopotamia) کی ان ہزاروں سالہ قدیم تحریری وغیر تحریری روایات اور عرفی فیصلوں پر تھی جو وہاں کے سماج میں انصاف اور باہمی معاملات کا طے شدہ پیمانہ تھے۔ حمورابی نے ان مروجہ مقامی رسوم ورواج کو یکسر رد کرنے کے بجائے انہیں ایک ضابطے کی شکل دی، جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ابتدائی دور میں قانون کی تشکیل بنیادی طور پر سماجی عرف کی مرہونِ منت تھی۔

Pamela Barmash کی کتاب The Laws of Hammurabi: At the Confluence of Royal and Scribal Traditions میں یہ وضاحت موجود ہے کہ حمورابی کا قانون قدیم بین النہرین کی قانونی روایات اور پہلے سے رائج روایتی مقدمات واصولوں سے تشکیل پایا تھا۔(۱)

اسی طرح قدیم رومی قانون (Roman Law) کی تاریخ میں بھی عرف (Custom یا Mos Maiorum یعنی اجداد کے طور طریقے) کو قانون کے بنیادی مآخذ کا درجہ حاصل تھا۔رومی سلطنت کے ابتدائی ایام میں جب باقاعدہ قانون سازی کا کوئی منظم نظام موجود نہیں تھا،تو معاشرتی معاملات اور باہمی تنازعات کے فیصلے انہی رومی روایات اور عرفِ عام کے تحت کیے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ بارہ تختیوں کے قانون (Twelve Tables) کی تدوین میں بھی بڑی حد تک انہی قدیم رومی رسوم ورواج کو تحریری شکل دی گئی تھی۔آگے چل کر انگریزی اور فرانسیسی قانونی نظاموں نے بھی کسٹم کو اپنے اندر سمویا،جس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ انسانی تہذیب کے ہر دور میں عرف قانون کے ارتقا کا سب سے پہلا اور بنیادی زینہ رہا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ ان مختلف قانونی نظاموں میں عرف وکسٹم کو یکساں حیثیت حاصل نہیں تھا۔

اسلامی قوانین کی تشکیل میں عرف کا بڑا کردار ہے،اسلامی قوانین کا بنیادی سرچشمہ چونکہ وحی الٰہی یعنی قرآن وسنت ہے،اس لئے یہاں عرف وعادت اور کسٹم کو بنیادی درجہ تو نہیں دیا گیا البتہ اسے ثانوی مصادر ضرور شامل کیا گیا۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جدید قوانین اور اسلامی قوانین دونوں کی تشکیل میں عرف وعادت اور کسٹم کا بڑا کردار نظر آتا ہے،قوانین کی تشکیل میں دونوں کی حیثیت کیا ہے، ان کے اعتبار،دائرہ اور اثر میں کیا فرق ہے،انہی باتوں کا اس تحریر میں جائزہ لیا جائے گا۔

عرف کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

ماہرین لغت نے عرف کے مختلف معانی بیان کئے ہیں مثلاً جان پہچان،شناخت،پسندیدہ فعل، بلند ونمایاں چیز، ہنرمندی۔(۲)

معجم مقاییس اللغۃ میں ہے:

(عَرَفَ) الْعَيْنُ وَالرَّاءُ وَالْفَاءُ أَصْلَانِ صَحِيحَانِ، يَدُلُّ أَحَدُهُمَا عَلَى تَتَابُعِ الشَّيْءِ مُتَّصِلًا بَعْضُهُ بِبَعْضٍ، وَالْآخَرُ عَلَى السُّكُونِ وَالطُّمَأْنِينَةِ۔(۳)

(عَرَفَ) عین، راء اور فاء، دو صحیح اصول ہیں۔ان میں سے ایک کسی چیز کے مسلسل اور پے در پے ہونے پر دلالت کرتا ہے، اس طرح کہ اس کے بعض حصے ایک دوسرے سے متصل ہوں، اور دوسرا

سکون اور اطمینان پر دلالت کرتا ہے۔

راغب اصفہانی المفردات میں لکھتے ہیں:

المَعْرِفَةُ والعِرْفَانُ: إدراك الشيء بتفكّر وتدبّر لأثره، وهو أخصّ من العلم، ويضادّه الإنكار۔ (۴)

معرفت اور عرفان سے مراد کسی چیز کے آثار ونشانیوں میں غور وفکر اور تدبر کے ذریعے اسے پہچاننا ہے۔ معرفت، علم سے زیادہ خاص ہے اور اس کی ضد انکار ہے۔

لسان العرب میں ہے:

عُرف، عارفہ اور معروف کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی نیکی اور بھلائی؛ یہ نُکر (ناپسندیدہ اور اجنبی چیز) کی ضد ہے۔ اس سے مراد ہر وہ بھلائی ہے جسے انسان کا دل پہچانتا ہو، جس سے اسے خوشی حاصل ہو اور جس سے اس کا دل مطمئن ہو جائے۔ (۵)

عرف اور معروف دونوں الفاظ قرآن کریم میں متعدد مقامات میں آئے ہیں، اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا:

الف: خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين۔ (۶)

ب: يابنى اقم الصلاة وامر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما اصابك ان ذلك من عزم الامور۔ (۷)

ج: وعاشروهن بالمعروف۔ (۸)

د: وَعَلَى ٱلْمَوْلُودِ لَهُۥ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ۔ (۹)

اصطلاحی تعریف

عرف کے اصطلاحی مفہوم میں فقہاء کے درمیان قدرے تنوع پایا جاتا ہے، علامہ ابن عابدین اپنے معروف رسالہ ''نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف'' میں عرف کی تعریف ان الفاظ میں کیا ہے:

العرف والعادة: ما استقر في النفوس من جهة العقول وتلقته الطبائع السليمة بالقبول۔ (۱۰)

عرف وعادت وہ ہے جو نفوس میں عقلی اعتبار سے راسخ ہو چکی ہو اور نیک طبیعتیں اس کو قبول کر لیں۔

عرف کی یہ تعریف مروف ومروج ہے، شیخ مصطفی احمد زرقاء نے المدخل الفقہی العام میں اور ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اصول الفقہ الاسلامی میں اسی تعریف کو قبول کیا ہے، تاہم اس تعریف میں عرف وعادت دونوں شامل ہے، حالانکہ اصولیین نے عرف اور عادت کے درمیان فرق کیا ہے۔

امام جرجانی کی کتاب التعریفات میں عرف کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

العرف: ما استقرت النفوس علیه بشهادة العقول، وتلقته الطبائع بالقبول۔(۱۱)

عرف سے مراد وہ بات ہے جسے عقلیں درست تسلیم کریں، اور انسانی طبیعتیں اسے قبول کرلیں۔

یہ تعریف گرچہ سابقہ تعریف سے جامع ہے، مگر اس میں عرف فاسد کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔

شیخ ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں:

العرف ما اعتاده الناس من معاملات و استقامت علیه امورهم۔(۱۲)

عرف سے مراد وہ معاملات اور طریقے ہیں جنہیں لوگ معمول بنالیں اور جن پر ان کے امور و معاملات کا نظام قائم ہوجائے۔

مصری عالم عبدالوہاب خلاف نے عرف کی تعریف اس طرح کی ہے:

کل ما تعارفه الناس و سار و اعلیه من قول او فعل او ترک۔(۱۳)

عرف سے مراد ہر وہ بات ہے جسے لوگ آپس میں معروف و مانوس سمجھیں اور جس پر وہ قول، فعل یا کسی کام کو چھوڑ دینے کی صورت میں چلتے ہوں۔

عرف کی تمام تعریفات کو سامنے رکھتے ایک جامع تعریف ڈاکٹر احمد بن علی المبارک نے کی ہے:

العرف: ما اعتاده اکثر الناس و سار و اعلیه فی جمیع البلدان او فی بعضها سواء اکان ذلک فی جمیع العصور او فی عصر معین۔(۱۴)

عرف سے مراد وہ طریقہ ہے جسے اکثر لوگ اپنا معمول بنالیں اور تمام یا بعض علاقوں میں اس پر عمل کرتے ہوں، خواہ یہ طریقہ ہر زمانے میں رائج ہو یا کسی خاص زمانے میں۔

عادت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

عرف سے قریبی اصطلاح عادت ہے، عادت کا لفظ عود سے بنا ہے، جس کے معنی لوٹنے کے ہیں، عربی کا محاورہ ہے: رجعت عودی علی بدئی، یعنی جس سے آیا اسی طرح لوٹ گیا، لسان العرب میں یہی معنی بیان کیا گیا ہے۔(۱۵)

امام راغب اصفہانی عادت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعَادَةُ: اسم لتکریر الفعل والانفعال حتی یصیر ذلك سهلا تعاطیه کالطّبع، ولذلك قیل: العَادَةُ طبیعة ثانیة(۱۶)

کسی کام کو بار بار کرنے یا اس کے بار بار واقع ہونے کو عادت کہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ کام کرنا اتنا آسان ہوجائے کہ طبیعت کا حصہ بن جائے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ عادت فطرت ثانیہ ہے۔

ابن امیر الحاج لکھتے ہیں:

العادة هی الامر المتکرر من غیر علاقة عقلیة۔(۱۷)

عادت وہ کام ہے جو بغیر کسی عقلی مداخلت کے بار بار دھرایا جائے۔

عادت کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

العادة: عبارة عما یستقر فی النفوس من الامور المتکررة المقبولة عند الطبائع السلیمة۔(۱۸)

عادت سے مراد وہ امور ہیں جو کے عمل سے قبولیت حاصل کر لیتے ہیں، اور سلیم الفطرت لوگوں کے دل میں جگہ پکڑ لیتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین عادت کی جامع تعریف کی ہے، ان کے الفاظ اس طرح ہیں:

العادة ماخوذة من العاودة فهی بتکررها و معاودتها مرة بعد اخری صارت معروفة مستقرة فی النفوس و العقول متعلقاة بالقبول من غیر علاقة حتی صارت حقیقة۔(۱۹)

عادت معاودہ سے ماخوذ ہے، جو کہ تکرار اور بار بار کے کئے جانے کی وجہ سے ایک جانا پہچانا فعل بن جاتا ہے، نفوس وعقول میں جاگزیں ہوجاتا ہے، اور بغیر کسی علاقہ اور قرینہ کے قابل قبول ہوجاتا ہے، یہاں کہ وہ حقیقت عرفیہ بن جاتا ہے۔

عرف وعادت کے درمیان فرق

عرف اور عادت دونوں کے مفہوم میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے، فقہاء اور اصولیین کی تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ عرف وعادت کے درمیان فرق کے حوالے سے تین نقطہ ہائے نظر ہیں:

پہلا نقطہ نظر یہ ہے کہ عرف وعادت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، علامہ ابن عابدین اور شیخ عبدالوہاب خلاف وغیرہ نے عرف وعادت کی جو تعریف کی ہے، اس سے یہی واضح ہوتا ہے۔

فقہاء واصولیین کا دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ عرف اقوال کے ساتھ مخصوص ہے اور عادت افعال کے ساتھ، عبدالعزیز بخاری کی یہی رائے ہے، وہ لکھتے ہیں:

وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الِاسْتِعْمَالُ رَاجِعًا إِلَى الْقَوْلِ۔۔۔۔۔وَالْعَادَةُ رَاجِعَةٌ إِلَى الْفِعْلِ كَمَا سَنُبَيِّنُهُ۔(۲۰)

اصولیین کا تیسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ عرف وعادت کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت پائی جاتی ہے، عادت عام ہے، اور عرف خاص، یعنی ہر عرف عادت ہے، جبکہ ہر عادت عرف نہیں ہے، شیخ مصطفی احمد زرقاء دونوں کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فتکون النسبة بین العادة و العرف هی العموم و الخصوص المطلق لان العادة اعم مطلقا ابدا و العرف اخص۔(۲۱)

عرف وعادت کے درمیان عموم وخصص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے، کیونکہ عادت ہمیشہ عام ہے، جبکہ عرف خاص ہے۔

عرف کی اقسام

مختلف جہات کے لحاظ سے عرف کی الگ الگ قسمیں کی گئی ہیں۔وضع اور استعمال کے لحاظ سے عرف کی دو قسمیں ہیں: قولی اور عملی۔

عرف قولی کا تعلق الفاظ واصطلاحات کے استعمال سے ہے، بایں طور کہ لغت میں کسی لفظ کا معنی متعین ہو مگر عرف میں وہ لفظ کسی دوسرے مفہوم میں مروج ہو، ابن امیر الحاج لکھتے ہیں:

العرف القولی ھو ان یتعارف قوم اطلاق لفظ لمعنی بحیثیت لایتبادر سماعہ الا ذلک المعنی۔ (۲۲)

عرف قولی وہ ہوتا ہے جس کے لفظی اطلاق کے معنی سے سب اس طرح واقف ہوں کہ اس کے علاوہ دوسرا معنی مراد نہ لیا جاتا ہو۔

علامہ قرافی لکھتے ہیں:

العرف القولی ان تکون عادۃ اھل العرف یستعملون اللفظ فی معنی معین ولم یکن ذلک لغۃ۔(۲۳)

عرف قولی لوگوں کی وہ عادت ہے جس میں وہ لفظ کو کسی متعین معنی میں استعمال کرتے ہیں اور وہ معنی لغوی بھی نہ ہو۔

اس کے برخلاف عرف عملی وہ ہوتا ہے وہ کسی علاقے کے لوگوں کا تعامل ہو، شیخ مصطفی احمد زرقاء لکھتے ہیں:

العرف العملی ھو اعتیاد الناس علی شئی من الافعال العادیۃ والمعاملات المدنیۃ۔(۲۴)

عرف عملی یہ ہے کہ لوگ روزمرہ کے افعال یا معاشرتی معاملات میں کسی خاص طرز یا طریقہ کے عادی ہوجائیں۔

شمولیت کے لحاظ سے عرف کی دو قسمیں ہیں، عرف خاص اور عرف عام۔

عرف عام وہ ہے جس پر تمام علاقوں کے افراد کا اتفاق ہو، علامہ ابن عابدین اس عرف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ھو ماتعاملہ عامۃ اھل البلاد سواء کان قدیما او حدیثا۔(۲۵)

ایسا عرف جس پر بلاد اسلامیہ کے تمام لوگوں کا عمل ہو، خواہ وہ قدیم ہو یا جدید۔

اس کے بالمقابل عرف خاص وہ عرف ہے جو کسی مخصوص علاقہ یا طبقہ میں مروج ہو، علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ: كَاصْطِلَاحِ كُلِّ طَائِفَةٍ مَخْصُوصَةٍ، كَالرَّفْعِ لِلنُّحَاةِ، وَالْفَرْقِ وَالْجَمْعِ وَالنَّقْضِ لِلنُّظَّارِ۔(۲۶)

عرف خاص جیسے ہر مخصوص گروہ کی اصطلاح مثلاً نحویوں کی اصطلاح رفع، اور ریاضی دانوں کے لئے جمع وتفریق اور ضرب۔

مشروعیت کے لحاظ سے بھی دو قسمیں ہیں: عرف صحیح اور عرف فاسد

عرف صحیح سے مراد ایسا عرف ہے جو شرعی نصوص میں سے کسی نص کے مخالف نہ ہو، اور اس کی وجہ سے کوئی مصلحت فوت نہ ہوتی ہو جس کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے، اور نہ ہی وہ عرف کسی خرابی کے حصول کا ذریعہ بنے۔

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

هو ماتعارفه الناس و ليست فيه مخالفة لنص شرعي و لا تفويت مصلحة و لا جلب مفسدة (۲۷)

عرف وہ معاملہ ہے جو لوگوں میں رائج ہو جائے اور اس میں کسی نص شرعی کی مخالف نہ پائی جائے، اور نہ کسی شرعی مصلحت کے ضیاع یا فساد کے حصول کا سبب ہو۔

عرف فاسد سے مراد ایسا عرف جو نص کے خلاف ہو یا ضرر کے حصول کا ذریعہ ہو، یا اس سے کوئی شرعی مصلحت فوت ہوتی ہو، ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

هو ماتعارفه الناس ولكنه يخالف الشرع اويحل المحرم اويبطل الواجب اويجلب ضررا أويدفع مصلحة۔(۲۸)

اس سے مراد وہ طریقہ ہے جسے لوگ اپنائے ہوئے ہوں، لیکن وہ شریعت کے خلاف ہو، کسی حرام کام کو حلال قرار دیتا ہو، کسی واجب کو باطل کرتا ہو، یا کسی نقصان کا سبب بنتا ہو یا کسی مصلحت کو ختم کرتا ہو۔

عرف کے مآخذ بننے کی بنیادیں

اسلامی قانون کی تشکیل، تدوین اور تطبیق کے مختلف مراحل میں عرف وعادت کا اعتبار ایک فطری امر ہے، چنانچہ عرف کے حجت ہونے پر تقریباً تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اجتہاد واستنباط کے لئے عرف کے مصدر ہونے پر قرآن، احادیث، اجماع، آثار صحابہ اور عقل سے استدلال کیا جاتا ہے، چند دلائل اس طرح ہیں:

خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ۔(۲۹)

متعدد مفسرین نے اس آیت سے عرف پر استدلال کیا ہے، علامہ قرافی اور علامہ طرابلسی نے اس کی صراحت کی ہے۔(۳۰)

مَارَأَی الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ، وَمَارَآهُ الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ سَيِّئٌ۔(۳۱)

اکثر فقہاء اور اصولیین نے اس حدیث کو عرف کی بنیاد قرار دیا ہے، علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

واصلها قوله ﷺ ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن۔(۳۲)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

والعرف انما صار حجة بالنص وهو قوله ﷺ ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن۔(۳۳)

تمام دبستان فقہ میں عرف کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے، گرچہ بعض صورتوں میں ان کے درمیان اختلاف رائے بھی پایا جاتا ہے، امام قرافی لکھتے ہیں:

العرف فمشترک بين المذاهب ومن استقرها وجدهم يصرحون بذلک فيها۔(۳۴)

امام شاطبی عرف کی شرعی حیثیت اور اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

العوائد الجارية ضرورية الاعتبار شرعا كانت شرعية في اصلها او غير شرعية اذ لا يستقيم اقامة التكليف الا بذلک۔(۳۵)

عوائد جاریہ خواہ ادلہ شرعیہ سے ثابت ہوں یا نہ ہوں، بہتر صورت ان کا اعتبار کرنا شرعاً واجب ہے، کیونکہ اس کے بغیر نظام تکلیف کا قیام ممکن نہیں ہے۔

عرف کی عملی افادیت اور اس کے استنادی مقام کو واضح کرنے کے لئے متعدد فقہی قواعد وضع کیے ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ شریعت نے عرف کو کس قدر وسعت اور اہمیت دی ہے۔ان میں سے چند بنیادی قواعد درج ذیل ہیں:

۱۔العادة محكمة۔ عادت بنائے حکم بن سکتی ہے۔

۲۔المعروف كالمشروط۔

جو بات عرف میں معروف اور رائج ہو، وہ گویا معاہدے یا لین دین میں شرط کی طرح ہے۔

اس قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی معاشرے میں کوئی طریقہ کار یا رواج اس طرح پکا ہو چکا ہو کہ فریقین اس کی صریح شرط لگائے بغیر بھی اس کے مطابق عمل کرتے ہوں، تو شرعاً اس عرف کو طے شدہ شرط کا درجہ دیا جائے گا۔

۳۔الثابت بالعرف كالثابت بالنص۔

عرف سے ثابت شدہ حکم ایسا ہی ہے جیسے کسی نصِ شرعی سے ثابت ہو۔

یہ قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی حکم سماجی عرف اور تعاملِ عام کی بنیاد پر استوار ہو جائے، تو فقہی احکام کی تطبیق میں اسے ویسی ہی حجیت اور قانونی حیثیت حاصل ہوتی ہے جیسی شارع کی کسی نص سے ثابت ہونے والے حکم کو ہوتی ہے۔

۴۔استعمال الناس حجة يجب العمل بها۔

لوگوں کا عملی رواج واجب العمل ہے، اس پر عمل کیا جائے گا۔

۵۔لاینکر تغیر الاحکام بتغیر الازمان۔

زمانے کے بدل جانے سے احکام کے بدلنے کا انکار نہیں جا سکتا۔

۶۔الحقیقۃ تدرک بدلالۃ العادۃ۔

عادت کی دلالت پر حقیقت کو ترک کر دیا جائے گا۔

عرف کے معتبر ہونے کی شرطیں

اصولیین نے عرف کے معتبر ہونے کی متعدد شرطیں بیان کی ہیں، چند شرائط اس طرح ہیں:

۱۔عرف کسی نص کے خلاف نہ ہو۔یعنی عرف کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نص قطعی کے مخالف نہ ہو، شریعت کی اصولوں میں سے کسی اصول کو توڑنے والا نہ ہو، اور اس عرف پر عمل کرنے کی بنیاد پر نص قطعی سے ثابت کوئی حکم معطل نہ ہوتا ہو، ایسا کوئی عرف ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، شارع نے ایسے عرف و عادات کو حرام قرار دیا ہے جو شرعی اصولوں کے خلاف ہے، مثلاً بیع کی اجازت اور سود کی ممانعت: احل اللہ البیع و حرم الربوا (۳۶)

۲۔عرف سلیم الطبع افراد کے نزدیک مقبول ہو۔

وہ عرف عقلمندوں اور سلیم الطبع لوگوں کے نزدیک قابل قبول ہو، عمومی رائے کے موافق ہو، چنانچہ ایسا عرف جسے عقل سلیم قبول نہ کرے اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

۳۔عرف غالب اور مشہور ہو، یعنی اکثر معاملات میں اس کے مطابق عمل ہوتا ہو، اور اس کے برعکس کوئی دوسرا عرف معروف نہ ہو، علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

اعلم ان کلام العرف العام و الخاص انما یعتبر اذا کان شائعا بین اھلہ یعرفہ جمیعھم۔(۳۷)

۴۔قانون سازی یا معاملہ کے وقت عرف قائم ہو، اگر پیش آمدہ واقعات جن پر عرف کی بنیاد پر حکم لگانا ہو، عرف کا وجود نہ ہو، یا واقعات کے بعد عرف معروف ہوا ہو، تو ایسے واقعات پر عرف کی بنیاد پر حکم نہیں لگایا جائے گا۔

۵۔اہل معاملہ نے عرف کے خلاف کوئی شرط نہ لگائی ہو۔(۳۸)

قانون کی تشکیل میں کسٹم کی حیثیت

وضعی قانون یا جدید قانون میں رسم و رواج کو کسٹم (custom) کہا جاتا ہے، قدیم قوانین میں کسٹم کو ہی بنیادی مصدر تسلیم کیا گیا ہے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ قدیم قانون ابتدائی دور میں عرف مذہبی روایت اور شاہی احکام پر مشتمل تھا، پھر رفتہ رفتہ تحریر قانون اور باقاعدہ قانون سازی عمل میں آئی، گویا تحریری قانون وجود میں آنے سے پہلے معاشرہ کے مروجہ رسوم و عادات ہی عملی طور پر ضابطہ حیات کا کام کرتے تھے۔

تحریری قانون میں بھی کسٹم کی حیثیت مسلم رہی،عموماحمورابی قانون(Code of Hammurabi) کو دنیا کا پہلا محفوظ ترین جامع تحریری قانون سمجھا جاتا ہے،اس میں کسٹم کا اثر واضح طور پر موجود ہے،اسی طرح میگنا کارٹا میں بھی کسٹم اور رواج کو قانونی درجہ دیا گیا ہے،میگنا کارٹا کے Clause 13 میں لندن کے بارے میں کہا گیا کہ اس شہر کو قدیم آزادیوں اور آزاد عرف ورسوم کے ساتھ باقی رکھا گیا ہے:

All its ancient liberties and fee customs

اسی طرح اس کے clause 41 میں تاجروں کو انگلستان آنے ،جانے اور تجارت کی آزادی سے متعلق کہا گیا کہ اس مسئلہ میں انگلستان کے قدیم اور قانونی عرف کو تسلیم کیا جائے گا:

according to ancient and law ful customs

جدید قانون میں کسٹم کی تعریف

کسٹم کی لغوی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

A practic that by its common adoption and long unvarying habit has com to have the force of law.(39)

ایک ایسا عمل جو اپنی عمومی قبولیت اور لمبے عرصہ تک غیر متبدل عادت کے طور پر اپنائے جانے کی وجہ سے ایک قانونی قوت حاصل کر چکا ہو۔

سرجان سالمنڈ(John Salmond) نے عرف کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

Custom is the embodiment of those principles which have commended themselves to the national conscience as principles of justice and public utility.(40)

عرف ان اصولوں کا عملی اظہار ہے جنہیں قومی ضمیر نے انصاف اور عوامی افادیت کے اصولوں کے طور پر قبول کر لیا ہو۔

جارج ڈبلیو۔کیٹن(Keeton.George W) کے مطابق عرفی قانون کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

Customary law may be defined as those rules of human action established by usage and regarded as legally binding by those to whom the rules are

applicable, which are adopted by the courts and applied as source of law……(41)

عرفی قانون سے مراد انسانی طرزِ عمل کے وہ قواعد ہیں جو رواج کے ذریعے قائم ہوئے ہوں، متعلقہ افراد انہیں قانونی طور پر لازم سمجھتے ہوں اور عدالتیں انہیں قانون کے ماخذ کے طور پر قبول کر کے نافذ کرتی ہوں۔

ان تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ وضعی قوانین میں کسٹم سے مراد وہ غیر تحریری سماجی ضوابط، روایتیں اور معمولات ہیں جو کسی معاشرہ میں طویل عرصہ سے مسلسل رائج ہوں اور انہیں قانونی حیثیت حاصل ہو چکی ہو۔

وضعی قانون میں عادت کا مفہوم

جدید قانون میں عادت کے لئے عموماً (Usage) کا لفظ استعمال کرتے ہیں، وضعی قوانین میں رسم ورواج کے حوالے سے جو بحثیں ملتی ہیں جو کسٹم کے حوالے سے ملتی ہیں، اس وجہ سے ماہرین کے نزدیک عادت کی الگ کوئی حیثیت نہیں ہے، جب عادت اجتماعی ہو اور عرف کے درجہ تک پہونچ جائے تو اسے کسٹم کا درجہ مل جاتا ہے۔

عادت (Usage) کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

A usage is merely a costomary or habitual practice ,usage denotes somthing that people are accustomed to do .(42)

usage محض ایک رواجی عادت ہے جو کسی ایسی چیز کو ظاہر کرتی ہے جسے لوگ عادتاً یا رواجاً کرتے ہیں۔

انٹرنیشنل لا میں دونوں کے درمیان فرق اس طرح بیان کیا گیا ہے:

A custom in the intendment of law is such a usage as hath obtained the force of law .(43)

عرف قانون کی زبان میں وہ عادت ہے جس نے قانونی قوت حاصل کر لی ہو۔

کسٹم کی اقسام

جدید قانونی نظام کو کسٹم کو دو حصوں میں بانٹا گیا ہے: قانونی عرف (Legal Custom)، اور روایتی عرف (Conventional Custom)

ایسا رسم ورواج جو کسی معاشرہ میں طویل عرصہ سے جاری ہو، لوگ اسے ضروری سمجھتے ہوں اور تسلیم کرتے ہوں، نیز اسے قانونی حیثیت حاصل ہو چکی ہے، اسے قانونی عرف کہا جاتا ہے، ڈاکٹر وی جی مہاجن قانونی عرف کی

تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

The legal Custom is one whose legal authority is absulute ,if prossesses force of law proprio vigore.(44)

قانونی عرف وہ ہے جس کا اختیار یا حکم قطعی ہوتا ہے، اور جو بذات خود قانون کی قوت رکھتا ہے۔

روایتی عرف سے مراد وہ رسم ورواج ہے جس کی پابندی متعلقہ فریقوں کے لیے ان کے معاہدے میں قبول کیے جانے اور شامل کیے جانے پر منحصر ہو، اس کو معاہداتی عرف بھی کہا جاسکتا ہے۔

سالمنڈ نے روایتی عرف یا رسم ورواج کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا رسم ورواج جو عادت کے طور پر معتبر ہو چکا ہو مگر اس لئے نہیں کہ اس کی جداگانہ قانونی قوت نافذ ہے بلکہ اس لئے کہ ظاہرا یا باطنا معاہدہ کے فریقین نے اسے معاہدہ میں شامل کیا ہے۔

پھر قانونی عرف کی دو قسمیں کی جاتی ہیں: عام رسم ورواج (Genral Custom)، خاص رسم ورواج (Local Custom)

کسٹم کے قانونی مآخذ بنے کی شرائط

جدید قانون میں کسی رسم ورواج کو قبول کئے جانے کے لئے چند شرطیں لگائی گئیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔رسم ورواج انصاف کے اصولوں اور پبلک پالیسی کے خلاف نہ ہو۔

۲۔کسی بنے ہوئے قانون کے مخالف نہ ہو۔(Conformity with Law)

۳۔طویل عرصہ سے سماج میں رائج ہو۔(Antiquity)

۴۔اس سماجی رسم ورواج پر عمل رضا کارانہ ہو۔(Morality)

۵۔وہ رسم ورواج معقول ہو۔(Reasonableness)

۶۔وہ رسم ورواج تسلسل کے ساتھ جاری ہو۔(Consistency)

۷۔اس رواج پر عمل میں جبر نہ ہو اور نہ تنازع ہو۔(Peaceable Enjoyment)

۸۔وہ رواج واضح، متعین اور غیر مبہم ہو۔(Certainty) (۴۵)

آئین کے مقابلے میں کسٹم (عرف ورواج) کی قانونی حیثیت

جدید قانونی نظام میں آئین قانون کا اعلیٰ ترین ماخذ ہے، اس لیے عرف ورواج کی قانونی حیثیت آئینی اصولوں اور بنیادی حقوق سے مشروط ہے۔کوئی عرف محض قدیم یا معاشرتی طور پر مقبول ہونے کی بنا پر قابلِ نفاذ نہیں، بلکہ اس کا

مساوات، آزادی، انسانی وقار اور نافذ العمل قوانین سے مطابقت رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا عرف و رواج کو آئین کے تابع ایک مشروط قانونی ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے۔

عدالتی فیصلوں میں کسٹم کی حیثیت

عدالتیں قانون کی تشریح، قانونی خلا کی تکمیل اور حقوق و فرائض کے تعین میں عرف و رواج کو اہمیت دیتی ہیں۔ تاہم، کسی عرف کو تسلیم کرنے کے لیے اس کا قدیم، مسلسل، واضح، معقول اور مسلمہ ہونا ضروری ہے، نیز وہ نافذ العمل قانون اور آئینی اصولوں سے متصادم نہ ہو۔ اس طرح عدالتی فیصلے عرف کی قانونی صحت اور اس کے دائرۂ اطلاق کا تعین کرتے ہیں۔

آئین ہند میں رسم و رواج کی اہمیت

آئین ہند میں رسم و رواج (Customs) کو مذہبی آزادی، ثقافتی شناخت اور قبائلی روایات کے تحفظ میں اہمیت حاصل ہے، تاہم ان کی قانونی حیثیت آئینی اصولوں اور بنیادی حقوق سے مشروط ہے۔

1۔ آرٹیکل 13: قانون کی قوت رکھنے والے ایسے رسوم و رواج بنیادی حقوق سے متصادم ہونے پر آئینی جانچ کے تابع ہیں۔

2۔ آرٹیکلز 25,26: مذہبی آزادی اور مذہبی فرقوں کو اپنے مذہبی امور کے انتظام کا حق دیتے ہیں، جو آئینی پابندیوں کے تابع ہے۔

3۔ آرٹیکل 29: جداگانہ زبان، رسم الخط اور ثقافت کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔

4۔ آرٹیکل 44: ریاست کو یکساں سول کوڈ (Uniform Civil Code) کے نفاذ کی کوشش کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔

5۔ پانچویں اور چھٹی شیڈولز: قبائلی علاقوں، روایتی اداروں اور بعض عرفی نظاموں کے تحفظ کے لیے خصوصی انتظامات فراہم کرتے ہیں۔

6۔ عدالتی اعتراف: عدالتیں ایسے عرف و رواج کو تسلیم کر سکتی ہیں جو قدیم، مسلسل، واضح، معقول اور قانون و آئین سے ہم آہنگ ہوں۔

خلاصہ یہ کہ آئین ہند رسم و رواج کے تحفظ کو تسلیم کرتا ہے، لیکن ان کی قانونی حیثیت آئین کی بالادستی، بنیادی حقوق اور نافذ العمل قوانین کی پابندی سے مشروط ہے۔

اسلامی قانون میں عرف اور جدید قانون میں کسٹم کا تقابلی مطالعہ

اسلامی قانون میں عرف وعادت اور جدید قانونی نظام میں کسٹم کی حیثیت کا تقابلی جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں نظاموں میں معاشرتی تعامل اور مستحکم روایات کو قانون کی تشکیل وتدوین میں اہمیت حاصل ہے، تاہم ان کی قانونی بنیاد اور حدود میں فرق پایا جاتا ہے۔ اسلامی قانون میں عرف کو تشریع کا ثانوی مصدر مانا گیا ہے، جب کہ جدید قانونی نظام میں کسٹم بعض شرائط کے تحت مستقل ماخذِ قانون اور بعض صورتوں میں قانونی قواعد کی تشریح کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس اعتبار سے دونوں نظام عرف کو معاشرتی زندگی اور قانون کے درمیان ایک مؤثر واسطہ تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس کی قانونی حیثیت کے تعین کے اصول مختلف ہیں۔

اول: ماخذِ قانون اور حجیت کی بنیاد:

اسلامی قانون میں عرف کی حجیت قرآن وسنت کے عمومی اصولوں، اور معتبر شرعی قواعد سے مربوط ہے۔ فقہائے اسلام نے عرف کو اس وقت معتبر قرار دیا ہے جب وہ کسی قطعی شرعی نص کے خلاف نہ ہو، اس کی وجہ سے کوئی شرعی مصلحت فوت نہیں ہوتی ہو۔ اس کے برخلاف جدید قانون میں کسٹم کو بنیاد مآخذ کا درجہ حاصل ہے، اور اس کی قانونی قوت کا انحصار متعلقہ نظامِ قانون کے تسلیم شدہ اصولوں اور شرائط پر ہوتا ہے، رسم ورواج کی قبولیت کے لئے اس رواج کا تسلسل کے ساتھ جاری رہنا ضروری ہے۔

دوم: عرف کے قبول ورد کے اصول:

اسلامی فقہ میں عرف کے معتبر ہونے کے لیے اس کا صالح ہونا ضروری ہے، عرفِ فاسد، جو شرعی احکام سے متصادم ہو یا کسی معتبر شرعی مصلحت کو فوت کرے، حجت نہیں بن سکتا۔ جدید قانونی نظام میں کسٹم کے قانونی اعتبار کے لیے عموماً اس کا قدیم، مسلسل، واضح، معقول اور قانونی اصولوں سے ہم آہنگ ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے، یہاں صالح اور غیر صالح کا تصور نہیں ہے۔

سوم: عرف اور تحریری قانون کا باہمی تعلق: اسلامی قانون میں عرف کسی قطعی شرعی حکم کو منسوخ نہیں کرسکتا، جن معاملات میں شرعی اصولوں کی بنیاد پر عرف کا اعتبار کیا گیا ہے وہیں عرف معتبر ہوگا، جدید قانونی نظام میں بھی کسٹم کی حیثیت دستور، تحریری قانون اور متعلقہ قانونی قواعد کے تابع ہوتی ہے؛ چنانچہ کسی لازمی قانونی حکم سے متصادم عرف کو محض قدامت یا معاشرتی قبولیت کی بنیاد پر نافذ نہیں کیا جاسکتا۔

چہارم: عرف کے تغیر اور قانونی اطلاق میں فرق:

اسلامی فقہ میں عرف کی تبدیلی کے نتیجے میں ان احکام کے اطلاق میں تبدیلی ممکن ہے جن کی بنیاد عرف وعادت پر ہو، نہ کہ کسی قطعی شرعی نص پر۔ اس اصول کی اہمیت اس لیے ہے کہ معاشرتی حالات کے تغیر کے ساتھ معاملات کی صورتیں اور ان کے عرفی مفاہیم بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ جدید قانونی نظام میں بھی عرفی تبدیلی قانونی تعبیر اور

بعض اوقات قانون سازی پر اثر انداز ہوتی ہے،لیکن اس تبدیلی کے قانونی نتائج متعلقہ قوانین اور عدالتی نظائر کے تابع ہوتے ہیں۔

خلاصہ

چند باتوں میں دونوں قوانین یکساں ہیں:

۱۔اسلامی قانون اور وضعی قوانین دونوں میں عرف اور رسم ورواج کو اہمیت دی گئی ہے۔

۲۔اسلامی قانون میں عرف نص کے خلاف معتبر نہیں ہے،اسی طرح رسم ورواج کسی مقننہ کے قانون کے خلاف معتبر نہیں ہے۔

۳۔اسلامی قانون اور وضعی قانون دونوں جگہ عرف کے قبول کئے جانے کی کچھ شرطیں متعین ہیں۔

۴۔اسلامی قانون میں مفتی اور فقیہ کے لئے اسی طرح وضعی قانون میں ماہرین قانون کے لئے عرف وعادت سے واقف ہونا لازمی ہے۔

درج ذیل نکات میں دونوں کے درمیان فرق پایا جاتا ہے:

۱۔اسلامی قانون میں عرف کا اعتبار شارع کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے،جبکہ وضعی قانون میں عرف کا اعتبار انسانوں کی مرضی کے مطابق ہے۔

۲۔وضعی قوانین میں رسم ورواج اور عرف قانون کے مصادر اصلیہ میں شامل ہیں،جبکہ اسلامی قانون میں عرف کو ثانوی مصدر تشریع مانا گیا ہے۔

۳۔اسلامی قانون میں وہی عرف معتبر ہے جو صحیح ہو اور شریعت کے عمومی مقاصد ومصالح کے مطابق ہو،اسی لئے عرف فاسد کا اعتبار نہیں،اس کے برعکس وضعی میں لوگوں کے تعامل کا اعتبار ہوتا ہے،اس لئے وہاں صحیح اور فاسد کی تقسیم نہیں ہے۔(۴۶)

حواشی:

۱۔The Laws of Hammurabi: At the Confluence of Royal and Scribal Traditions ,Pamela Barmash ,Oxford University Press، 2020

۲۔تفصیل کے لئے دیکھئے:اسلامی قانون اور وضعی قانون میں عرف وعادت بطور مآخذ قانون،ص:۳،پی ایچ ڈی کا مقالہ،از حافظ عبدالغنی،شعبہ علوم اسلامیہ،پنجاب لاہور،۲۰۱۰

۳۔ابن فارس،احمد بن فارس بن زکریا قزوینی،مقاییس اللغۃ،ج ۴،ص:۲۸۱،دارالفکر ۱۹۷۹ء

۴۔اصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد معروف بہ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص:۵۶۰، دارالقلم، دمشق، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۵۔ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، ابن منظور الانصاری، لسان العرب، ج۹، ص:۲۳۹، دار صادر بیروت، ۱۴۱۴ھ

۶۔اعراف:۱۹۹

۷۔اعراف:۱۷

۸۔نساء:۱۹

۹۔بقرہ:۲۳۳

۱۰۔ابن عابدین، محمد امین معروف بہ ابن عابدین، نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف، ج۲، ص:۱۱۴،

۱۱۔جرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف الجرجانی، کتاب التعریفات، ص:۱۴۹، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۳ء

۱۲۔ابوزہرہ، اصول الفقہ، ص:۲۷۳

۱۳۔خلاف، عبدالوہاب خلاف، علم اصول الفقہ، ص:۸۹

۱۴۔دکتور احمد بن علی المبارک، العرف واثرہ فی الشریعۃ والقانون، ۳۸

۱۵۔لسان العرب، ج۹، ص:۳۳۵

۱۶۔المفردات لالفاظ القرآن، ص:۵۹۴

۱۷۔ابن امیر حاج، ابوعبداللہ شمش الدین محمد بن محمد بن محمد المعروف بابن امیر حاج، التقریر والتحبیر، ج۱، ص:۲۸۲

۱۸۔ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص:۹۴

۱۹۔ابن عابدین، مجموعہ رسائل ابن عابدین، ج۱، ص:۱۱۴

۲۰۔بخاری، علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، ج۲، ص:۹۵، شرکۃ الصحافہ العثمانیۃ اسطنبول، ۱۹۸۰ء

۲۱۔زرقاء، مصطفی احمد الزرقاء، المدخل الفقہی العام، ج۲، ص:۸۸۳

۲۲۔التقریر والتحبیر، ج۱، ص:۲۸۲

۲۳۔قرافی، ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ادریس الشہیر بالقرافی، الفروق للقرافی، ج۱، ص:۱۷۱، عالم الکتب

۲۴۔المدخل الفقہی العام، ج۲، ص:۲۵۲

۲۵۔مجموعۃ رسائل ابن عابدین، ج۲، ص:۱۶۶

۲۶۔الاشباہ والنظائر، ص:۹۷

۲۷۔زیدان،عبدالکریم الزیدان،الوجیز فی اصول الفقہ،ص:۲۵۳

۲۸۔الوجیز فی اصول الفقہ،ج ۲،ص:۲۵۳

۲۹۔اعراف:۱۹۹

۳۰۔دیکھئے:کتاب الفروق،ج ۳،ص:۱۴۹،معین الحکام،ص:۱۶۰

۳۱۔حاکم،ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم،المستدرک علی الصحیحین،حدیث نمبر:۴۴۶۵

۳۲۔الاشباہ والنظائر،۹۳

۳۳۔ابن ہمام،کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی،شرح فتح القدیر،ج ۱،ص:۲۱۴

۳۴۔قرافی،ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبدالرحمن المالکی الشہیر بالقرافی،شرح تنقیح الفصول،ص:۴۴۸

۳۵۔شاطبی،ابواسحق ابراہیم بن موسی بن محمد اللخمی الشاطبی،الموافقات،ج ۲،ص:۲۸۰

۳۶۔بقرہ:۲۷۵

۳۷۔نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف،ص:۱۲

۳۸۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:اسلامی قانون اور وضعی قانون میں عرف وعادت بطور مآخذ قانون،ص:۵۶،پی ایچ ڈی کا مقالہ،شعبہ علوم اسلامیہ،پنجاب لاہور،۲۰۱۰

۳۹۔Bloak's Law Dictionary Thomsom West P:413

۴۰۔Jurisprudence, Salmond.John W

۴۱۔The Elementary Principles of Jurisprudence , Keeton.George W 48.p,London 1930

۴۲۔Garner P 413

۴۳۔International Law ,p:109

۴۴۔jurisprudence and legal theory ,p 213

۴۵۔تفصیل کے لئے دیکھئے مقالہ:,Custom as a cource of law

۴۶۔تفصیل کے لئے دیکھئے:اسلامی قانون اور وضعی قانون میں عرف وعادت بطور مآخذ قانون،ص:۲۲۱،پی ایچ ڈی کا مقالہ، شعبہ علوم اسلامیہ،پنجاب لاہور،۲۰۱۰ء